ای میگزین

PAYAM-E-HAYA

خواتین کے لئے درس قرآن ڈاٹ کام کا آن لائن میگزین

پیامِ حیاء

Payam-e-haya

شمارہ نمبر 58

JANUARY 2026 | 1447ھ شَعْبَانُ الْمُعَظَّم

2026

مختار الامہ کا سفرآخرت

مضامین	صفحہ نمبر
قرآن وحدیث	3
نعت (حکیم شاکر فاروقی)	4
اداریہ: صبر کے امتحان میں ایک عظیم رفیقۂ حیات کی جدائی اور صدقۂ جاریہ کی روشن امید	5
حضرت ام سلمہؓ (حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب)	6
جنت میں جانے کا آسان عمل (مفتی اعظم پاکستان مفتی تقی عثمانی صاحب)	8
شعبان المعظم (فاطمہ سعید الرحمن)	10
نئے سال کی دہلیز اور مدارسِ دینیہ کے مسافر (ابو محمد)	12
مختار الامہ کا سفر آخرت (مولانا انور غازی)	13
غزہ اور خاموش صدائیں (ام رومان)	15
ابو عبیدہ کون ہے؟ (ضیاء چترالی)	17
نظم: در مدح شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ (حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب)	19
مرحومہ کی بے مثال داستان (امۃ اللہ)	20
معراج النبی ﷺ معنی، حقیقت اور پیغام (عذرا خالد)	22
خواتین کے مسائل (دار الافتاء الاخلاص)	23
باب السلام (زینب نعیم))	24
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات (صالحہ شروانی)	25
رشتوں کی قدر کریں، اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے (طاہر محمود)	27
بیوٹی ٹپس (رقیہ عطاء اللہ)	29
پکوان (عائشہ صدیقہ)	30

Published at

www.Darsequran.com

پیام حیاء ٹیم

مدیر اعلی: مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب
نائب مدیر: مفتی عبد الرحمن سعید
ایڈمن وایڈیٹر: فاطمہ سعید الرحمن
معاونات: سیما رضوان۔ ناجیہ شعیب احمد۔ عذرا خالد

کلام الٰھی

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، شیخی مارنے والا ہو۔

(سورۃ النسآء - آیت 36)

کلام نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”نیکی میں کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو، چاہے یہی ہو کہ تم اپنے (مسلمان) بھائی کو کھلتے ہوئے چہرے سے ملو۔“

(صحیح مسلم / کتَاب البِرِّ وَالصِّلَةِ وَالآدَابِ / حدیث: 6690)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

محمد نام ایسا ہے کہ جس لب پر یہ نام آیا
اطاعت ہو گئی واجب، شفاعت کا پیام آیا

محبت کا تقاضا تھا یہی دل کی تمنا تھی
کہ ہر لب پر درود آیا کہ ہر دل میں سلام آیا

جہاں والوں نے پوچھا جب کہ کیا ہے دین کا جوہر
زباں پر تھا فقط قرآن، دل میں اُن کا نام آیا

شعیر و طور سے پھوٹے یقیناً چشمے نورانی
مگر فاران کا بادل تو ساگر تھا، مدام آیا

زمیں والو مبارک ہو، کہ یاں ارض مطہر میں
مرید با صفی بن کر ملائک کا امام آیا

غلامانِ محمد کا جہاں میں مرتبہ دیکھو
کہ ہر دل میں مقدس ہیں، زباں پر احترام آیا

مقدس ہستیاں شاکر، اگرچہ اور بھی تو ہیں!
سرِ عرش بریں لکھا مگر اُن کا ہی نام آیا

حکیم شاکر فاروقی

اداریہ

صبر کے امتحان میں ایک عظیم رفیقۂ حیات کی جدائی
ایک پر امید شروعات

پیامِ حیا ای میگزین کے مدیرِ اعلیٰ، محترم مولانا اسماعیل ریحان صاحب اس وقت ایک ایسے عظیم صدمے سے گزر رہے ہیں جو الفاظ میں سمویا نہیں جا سکتا۔ ان کی شریکِ حیات، ایک باحیا، باکردار، صابرہ و شاکرہ خاتون، ایک افسوسناک ٹریفک حادثے میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔

یہ صرف ایک ذاتی سانحہ نہیں بلکہ ایک دینی گھرانے اور دینی ماحول کے لیے بھی بڑا نقصان ہے۔ مرحومہ نے پسِ پردہ رہ کر جس اخلاص، ایثار اور قربانی کے ساتھ گھریلو ذمہ داریوں، بزرگوں کی خدمت، مہمان نوازی، مستحقین کی خبر گیری اور بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کی، وہ کردار بہت کم نظر آتا ہے۔ مولانا اسماعیل ریحان صاحب کی علمی، تدریسی، تصنیفی اور دعوتی خدمات کے پیچھے جس خاموش قوت نے گھر کو سنبھالے رکھا، وہ مرحومہ کی ذات تھی۔

اس عظیم صدمے کے باوجود صبر، توکل اور رضائے الٰہی کی عملی تصویر یہ ہے کہ مرحومہ کے نام پر مدرسہ بنات "مدرسہ بشریٰ" کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ یہ اقدام نہ صرف مرحومہ کے لیے صدقۂ جاریہ ہے بلکہ آنے والی نسلوں کی دینی تربیت اور باحیا مسلم بچیوں کی تعلیم کا ایک روشن چراغ بھی ہے۔

پیامِ حیا ای میگزین کی پوری ٹیم، تمام لکھاری، قارئین اور وابستگان کی جانب سے ہم مولانا اسماعیل ریحان صاحب اور ان کے اہلِ خانہ سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی کامل مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند کرے، ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے، اور مدرسہ بشریٰ کو ان کے لیے تاقیامت صدقۂ جاریہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ مولانا اسماعیل ریحان صاحب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، ان کے اولاد کا خود حامی و ناصر بنے، اور اس آزمائش کو ان سب کے لیے قربِ الٰہی اور اجرِ عظیم کا ذریعہ بنا دے۔

بلاشبہ جدائی سخت ہے، مگر اہلِ ایمان کے لیے یہی تسلی ہے کہ جو اللہ کی امانت تھا، وہ اللہ ہی کے پاس لوٹ گیا۔ والسلام

فاطمہ سعید الرحمن (ایڈیٹر: پیامِ حیاء ای میگزین)

پیام حیاء ای میگزین کے لیے آپ بھی کہانی، مضامین لکھیں۔ مستقل سلسلے جیسے حمد، نعت، نظمیں، اقوال زرین، معلومات، صحت اور بیوٹی ٹپس، پکوان، آپ بیتی اور تبصرہ اپنے نام اور شہر لکھ کر وٹس ایپ کر سکتے ہیں۔
+92 313 2127970

ہند بنت ابی امیہ، اُم المؤمنین

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

حضرت ام سلمہؓ کا اصل نام ہند تھا۔ان کے والد ابوامیہ مکہ کے مشہور رئیس اور سخی تھے۔سفر میں جاتے تو تمام قافلے کی کفالت خود کرتے۔ان کی آغوش محبت میں حضرت ام سلمہؓ کیا نے نہایت ناز ونعمت کے ساتھ پرورش پائی۔ مشہور صحابی عمار بن یاسرؓ ان کے رضائی بھائی تھے۔

اپنے شوہر کے ساتھ بالکل ابتدائی زمانے میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ان کے شوہر عبداللہ بن عبدالاسد اپنی کنیت ابوسلمہ سے مشہور تھے۔وہ رسول اللہ ﷺ کے رضائی بھائی اور زبردست شہسوار تھے۔ قریشی کی ستم رانیوں سے تنگ آکر میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔کچھ مدت بعد دونوں واپس مکہ آئے۔ام سلمہؓ کبھی کبھار حبشہ کے ان ایام کو یاد کرتی تھیں اور بتائی تھیں کہ وہاں نصرانیوں کے چرچ ''ماریہ'' میں تصاویر اور مجسمے ہوا کرتے تھے۔ان کی ہجرت مدینہ کا واقعہ بڑا دردناک ہے۔جب مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ام سلمہؓ بھی اپنے شوہر اور شیر خوار بیٹے مسلمہ کے ساتھ م مکہ سے نکلیں۔ان کے گھر والوں نے تعاقب کرکے روک لیا۔ان کے شوہر مجبوراً انہیں اور بچے کو چھوڑ کر تنہا مدینہ چلے گئے۔ادھر ان کے سرال والے آگئے اور بچے کو ان سے چھین کر لے گئے۔

یہ بہت نرم دل، غیور اور حساس تھیں، شوہر اور بچے کی جدائی میں روزانہ دیوانوں کی طرف نکل جاتیں اور زاروقطار رویا کرتیں۔ان کے گھر والوں کو کوئی احساس نہ ہوا مگر کچھ لوگوں نے ان کی گریہ وزاری سے متاثر ہو کر ان کے گھر والوں کو عار دلائی۔آخر برادری والوں نے بچہ ان کے حوالے کرکے انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ان کی ہمت کا یہ عالم تھا کہ اونٹ پر سوار ہو کر اس طویل راستے پر تنہا ہی نکل کھڑی ہوئیں۔خوش قسمتی سے راستے میں کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہؓ مل گئے جو ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے مگر نہایت غیرت مند انسان تھے۔انہوں نے منزل بمنزل ساتھ چل کر انہیں مدینہ کے سامنے چھوڑ دیا۔چونکہ ان کے گھرانے کی دولت وثروت مشہور تھی اس لیے اہل مدینہ کو یقین نہیں آتا تھا کہ وہ واقعی ابوامیہ کی بیٹی ہیں جو اتنا تکلیف دہ سفر طے کرکے آئی ہیں۔

مدینہ منورہ میں کچھ مدت شوہر کا ساتھ نصیب رہا۔زوجین میں مثالی محبت تھی۔ابوسلمہؓ بدر اور احد کی جنگوں

میں شریک رہے۔اس دوران لگنے والے بعض زخم بگڑ گئے،انہی دنوں ام سلمیٰؓ نے اپنے شوہر سے کہا:''سنا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے مرنے کے بعد دوسر نکاح نہ کرے اور وہ جنتی ہو تو اللہ دونوں کو جنت میں جمع کر دیں گے۔ تو آؤ طے کریں کہ نہ تم میرے بعد کوئی نکاح کرو گے، نہ میں تمہارے بعد کوئی نکاح کروں گی۔''

ابو سلمہؓ بولے:''تم میری بات مانو گی؟ بولیں: ہاں ضرور'' وہ بولے: دیکھو! اگر میں پہلے مر گیا تو تم ضرور دوسرا نکاح کر لینا''۔

یہ کہہ کر انہوں نے دعا کی:''الٰہی! میرے بعد ام سلمہؓ کو مجھ سے بہتر آدمی عطا کر جو نہ اسے غمزدہ کرے نہ ستائے۔'' ام سلمہؓ سوچنے لگی کہ بھلا ان سے بہتر کون مل سکتا ہے۔

ابو سلمہؓ نے انہیں یہ حدیث سنائی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی کو مصیبت پہنچے تو وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور دعا کرے "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اَللّٰهُمَّ اؤْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا". (بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ! میری مصیبت میں مجھے اجر دے اور اس کے عوض مجھے اس کا اچھا بدلہ عنایت فرما۔)

کچھ دنوں بعد ابو سلمہؓ پر حالت نزع طاری ہو گئی، وہ آخری لمحات میں یہ دعا کر رہے تھے:''الٰہی میرے گھر والوں کو بہتر سہارا میسر فرما''۔اس کے بعد وہ فوت ہو گئے۔ان کی وفات پر ام سلمہؓ غم سے بے حال ہو گئیں۔ حسرت و غم کے عالم میں منہ سے نکلا:''افسوس پردیس میں موت آئی۔ میں ایسا نوحہ کروں گی کہ جسے یاد رکھا جائے گا''۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو منع فرمایا اور صبر کی تلقین کی۔

ام سلمہؓ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کردہ دعا اَللّٰهُمَّ اؤْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا" پڑھنے لگیں، مگر اس کے آخری الفاظ پر انہیں ہمیشہ یہ خیال آتا کہ ابو سلمہؓ سے بہتر بھلا کون مل سکتا ہے۔ام سلمہؓ اس وقت امید سے تھیں۔دن پورے ہوئے تو وہ ایک بچی کی ماں بنیں۔

کچھ مدت بعد جمادی الآخر ۴ ہجری میں آپ ﷺ نے انہیں نکاح کا پیغام دیا۔انہوں نے جوابا کہلوایا:''میں بہت غیور ہوں، عمر بھی زیادہ ہو چکی ہے اور بال بچوں والی ہوں''۔ یہ عذر بھی پیش کیا: "میرے بڑوں میں سے کوئی بھی یہاں نہیں ہے۔''

حضور ﷺ نے ان تمام چیزوں کے باوجود ان سے نکاح کرنا پسند فرمایا۔بچوں کے بارے میں کہا کہ ان کی کفالت ہو جائے گی، عمر کے بارے میں فرمایا کہ میں بہر حال تم سے زیادہ عمر کا ہوں، بڑوں کے نہ ہونے کے جواب میں آپ نے فرمایا: کہ تمہارے بڑوں میں سے کسی کو بھی اس نکاح پر ناگواری نہیں ہو گی۔ چنانچہ یہ رضامند ہو گئیں اور نکاح ہو گیا۔

جاری ہے۔۔۔

مرتب کردہ: ام صالحہ

آپ کو کوئی شخص گاڑی دے اور آپ کو وہ گاڑی اس نے اس خیال سے دی کہ اس کو مسجد جانے میں آسانی ہوگی، اس کو مدرسے جانے میں آسانی ہوگی، آپ جناب اس کو لیے پھرتے ہیں اعوذ باللہ سینماؤں کے دروازوں پر، شراب خانے میں اور خدا جانے کن کن بلاؤں میں۔ تو یہ کتنی بڑی ناشکری ہے اس اللہ کے بندے کی جس نے تمہارے ساتھ احسان کیا تھا۔ تو یہ جو کچھ اعضاء و جوارح ہمیں اللہ تعالی نے عطا فرمائے ہیں۔ یہ سب اس کی دی ہوئی نعمتیں ہیں ان کو غلط استعمال کرنا، ناجائز کاموں میں استعمال کرنا، اللہ تعالی کی نافرمانی میں استعمال کرنا یہ سب بہت بڑی ناشکری ہے۔

جیسا کہ بار بار عرض کیا کرتا ہوں ساری زندگی کوئی نفل نہ پڑے، ساری زندگی ایک نفل نہ پڑے۔ لیکن گناہ سے بچتا رہے گناہ سے بچتا رہے یعنی گناہ سے اس کا دامن پاک ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر فرض کرو کوئی شخص صرف فرائض پر اکتفا کرے، دو رکعتیں فجر کی پڑھ لی، چار ظہر کی پڑھ لیے، چار عصر کی پڑھ لی، تین مغرب کی پڑھ لی، چار عشاء کی پڑھ لی تین وتر پڑھ لی۔ بس ساری زندگی یہی کرتا رہے۔ لیکن گناہ کوئی نہ کرے۔ تو سیدھا جنت میں جائے گا۔ حالانکہ بظاہر دیکھنے میں اس نے کوئی نفلی عبادت نہیں کی، کوئی سنت نہیں پڑھی، کوئی نفل نہیں پڑی، سنت کے ترک پر اللہ تعالی کی محبت کے خلاف ہے کہ وہ سنت نہ پڑے، لیکن اگر سنت نہیں پڑتا تو صرف اور فرض پر اکتفا کرتا ہے، گناہ سے بچتا رہا تو اللہ تعالی کی رحمت سے امید ہے کہ وہ سنتیں نہ پڑھنے کو بھی معاف کردے گا اور جنت میں داخل کردے۔

یہ میرا وہ بندہ ہے جس کے نامہ اعمال پر کسی گناہ کا نقطہ لگا ہوا نہیں ہے، سیدھا جنت میں جائے گا انشاءاللہ۔ اور ایک شخص ہے جو خوب تہجد گزار ہے، وابین پڑھتا ہے، اشراق پڑھتا ہے، نفلیں پڑھتا ہے، تلاوت کرتا ہے، ذکر کرتا ہے مگر اس کی آنکھ غلط غلط کام میں استعمال ہورہی ہے، گناہ کررہی ہے، اس کی زبان گناہ کررہی ہے، تو اس کے جنت میں

جانے کی کوئی گارنٹی نہیں۔ بلکہ پہلے اس کو اپنے گناہوں کا بدلہ دینا ہوگا۔ اس کے بعد پھر کہیں اللہ تعالی ایمان کی بدولت لے جائیں گے۔ پھر اس کو اپنے نوافل کا بھی ثواب ملے گا انشاءاللہ۔ لیکن سزا تو ملنی ملے گی، گناہوں کی سزا ملے گی تو اس لیے ہم جو یہاں پر جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمارے اس اجتماع کو قبول فرمالے اپنی بارگاہ میں۔

اس اجتماع کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کی اصلاح کریں۔ اصلاح کے کیا معنی؟ جو غلطیاں ہو رہی ہیں ان سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اور میں نے عرض کیا تھا کہ آج کے معاشرے کے اندر ہمارے دو عضو ایسے ہیں جسم کے جو مسلسل گناہوں میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔ ان سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کریں۔ ایک آنکھ جس کا میں نے کئی بار ذکر کیا اور ایک زبان۔ آنکھ کا تو کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں اللہ تعالی ہماری سب کی آنکھوں کی حفاظت فرمائے۔

اللہ تعالی سے خوب مانگا کرو یا۔ اللہ یہ آپ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے آنکھ دی ہے، اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ اعضاء عطا فرمائے ہیں تو اے اللہ اپنے فضل و کرم سے مجھے ان کو آپ کی نافرمانی میں استعمال کرنے سے بچا لیجیے۔ اللہ تعالی سے مانگا کرو، رونے کر مانگو، مچل کر مانگو، اللہ تعالی کو اپنا سمجھ کے مانگو، اپنا خالق سمجھ کر، اپنا مالک سمجھ کر مانگو کہ یا اللہ مجھے بچا لیجیے اس گناہ سے۔

اور دوسری چیز زبان یہ بھی بڑی خطرناک چیز ہے اور اس کا غلط استعمال۔ صحیح استعمال ہو تو ایک لمحے میں نامہ اعمال میں نیکیوں کے خزانے جمع کر لو، ایک لمحے میں ایک آیت تلاوت کر لی۔ ایک آیت جس میں ایک منٹ بھی نہیں لگا۔ تو ایک آیت کی تلاوت میں بعض اوقات 100 سو نیکیاں اکٹھی تمہارے نامہ اعمال میں جمع ہو رہی۔ سبحان اللہ کلمہ کہہ دیا میزان عمل کا پلہ بھر گیا۔ الحمدللہ کہہ دیا تم میزان عمل کو بھر دیا۔ اس کام کے لیے اللہ تعالی نے کسی کا کسی کے ساتھ زبان کو استعمال کرتے ہوئے اس کا دل خوش کر دیا۔ جائز طریقے سے دل خوش کر دیا تو اللہ تعالی کہتے ہیں: ''میرے بندے کو خوش کیا میں اس کو خوش کروں گا''۔ زبان سے اگر تم السلام علیکم کسی کو کہہ رہے ہو عادت پڑی ہوئی۔ لیکن یہ ایک السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ کا کہنا یا اس کے جواب وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ دینا یہ نیکیوں کے ڈھیر لگا رہا ہے، اتنی بڑی دولت ہے جو اللہ نے عطا فرمائی۔ لیکن اس کا غلط استعمال سے اللہ بچائے۔ استعمال کی حالت یہ ہے کہ حدیث میں رسول کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''کہ انسانوں کو جہنم کے اندر اوندھا لٹکانے والا یعنی جہنم میں اوندھا کر کے پھینکنے والا کوئی گناہ اتنا سنگین نہیں ہے جتنا انسان کی زبان کے گناہ ہیں۔

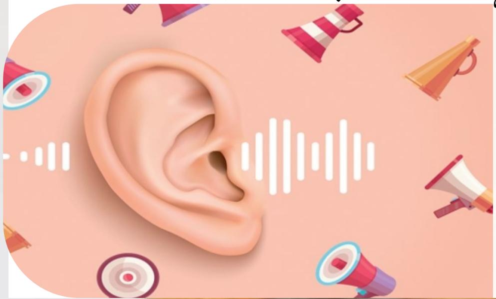

اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو بڑا قیمتی بنایا ہے، اس کو اپنی رحمتِ خاصہ اور برکتِ تامہ سے نوازنے کی لیے مختلف مواقع عطا فرمائے ہیں، پہلی اُمتوں کی عمریں لمبی اور جسمانی قوتیں مضبوط ہوتی تھیں، اس کے مقابلے میں اُمتِ محمدیہ کی عمریں بھی کم ہیں، اور صحت کے اعتبار سے بھی کمزور ہیں، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے طفیل آپ ﷺ کی امت کو خاص انعامات اور اعزازات سے نوازا ہے کہ محنت تھوڑی اور بدلہ لا محدود، بے انتہا اجر و ثواب کی

سعادت اس امت کو حاصل ہے۔ چونکہ شعبان کا مہینہ رمضان کا مقدمہ ہے، جیسا کہ شوال کا مہینہ رمضان کا تتمہ ہے، اسی وجہ سے اس مہینے کو خاص فضیلت حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”شعبان کے چاند کا شمار رکھو، رمضان کے لیے۔“ (سننِ ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ: ”آپ ﷺ شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے، آپ ﷺ (تقریباً) پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور فرماتے: نیک عمل اتنا ہی کیا کرو، جتنی تمہاری طاقت ہے، کیونکہ اللہ ثواب دینے سے تھکے گا نہیں، تم ہی تھک جاؤ گے۔“ (بخاری، ج:۲)

شبِ براءت میں یہ کام کریں۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات فضیلت والی رات ہے، اس میں تنہا عبادت (نوافل، دعا وغیرہ) باعثِ خیر و برکت اور مستحب عمل ہے، اگر اس کو واجب سمجھا جائے، تو یہ بدعت بن جائے گا۔ آپ ﷺ پندرہ شعبان کی رات کو خلافِ معمول زندگی میں صرف ایک بار قبرستان تشریف لے گئے، ہر سال آپ ﷺ کا معمول نہ تھا، اس وجہ سے اس کو ہر سال لازم سمجھ کر کرنا۔ پندرہ شعبان کے دن روزہ رکھنے کا ذکر ایک ضعیف حدیث میں ملتا ہے، حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات ہو، تو اس رات کو قیام (عبادت) میں گزارو، اور اس کے دن میں روزہ رکھو، اس لیے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی تجلی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمانِ دنیا پر ظاہر ہوتی ہے، پس فرماتا ہے: خبردار! کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اس کو بخش دوں؟ خبردار! کوئی رزق لینے والا ہے کہ اس کو رزق دوں؟ خبردار! کوئی مصیبت زدہ ہے کہ (وہ عافیت کی دعا

مانگے،اور میں)اس کو چھڑادوں؟خبردار!کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے؟طلوعِ صبح صادق تک اللہ تعالیٰ یہی آواز دیتا رہتا ہے(رات بھر یہی رحمت کا دریا بہتا رہتا ہے)۔(رواہ ابن ماجہ،وروح المعانی)۔

شبِ براءت کی برکات سے محروم افراد

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:"شعبان کی پندرہویں رات اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف رحمت کی نظر فرماتے ہیں،سوائے دو شخصوں کے باقی سب کی مغفرت فرماتے ہیں:۱-کینہ پرور،۲-دوسرے کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔"(مسند احمد بن حنبل،ج:۲،ص:۱۷۶)

شبِ براءت کی بدعات

۱:-آتش بازی:آتش بازی مجوسیوں کی نقل ہے،اورآگ قہرِالٰہی کا نشان ہے۔۲:-چراغاں کرنا:مسجدوں، بازاروں،گھروں اور خاص خاص مقامات کو سجایا جاتا ہے۔۳:-مسجدوں میں اجتماع کا اہتمام:مبارک راتوں میں عبادت کا اہتمام اپنے گھروں میں کرنا چاہیے،بالخصوص شبِ براءت کے موقع پر،کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارکہ میں ہی اس رات کی عبادت کی تھی،مسجد میں آپ تشریف نہیں لے گئے تھے۔۴:-نوافل کی جماعت:مبارک راتیں ہوں یا عام دن،عورتوں کا گھروں میں صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کرانا اور مردوں کا مسجد میں صلوٰۃ التسبیح کی جماعت میں شریک ہونا یہ درست نہیں ہے۔۵:-قبروں پر پھول ڈالنا:حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے قبروں پر پھول اور چادریں چڑھانے کو سنت کی ضد قرار دیا ہے۔۶:-قبرستان میں رات گزارنا:بعض لوگ شبِ برأت میں قبرستان جانے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں،جماعتیں اور گروہ بنا کر قبرستان جاتے ہیں،اور ساری ساری رات قبرستان کی حاضری میں صرف کر دیتے ہیں،عبادت کا موقع ہی نہیں ملتا۔۷:-محفل نعت خوانی:بعض لوگ شبِ براءت کو لاؤڈ اسپیکر کھول کر محفلِ نعت خوانی کا اہتمام کرتے ہیں،اور بعض لوگ لاؤڈ اسپیکر پر ساری رات قرآن مجید پڑھ کر قرآن خوانی اور شبینہ کا اہتمام کرتے ہیں،جس سے دوسروں کی عبادات،ذکر واذکار اور آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔۸:-چھ رکعات کا اہتمام:بعض لوگ شبِ براءت کو بعد نمازِ مغرب بڑے اہتمام کے ساتھ چھ رکعتیں پڑھتے ہیں،پہلی دو رکعت درازیِ عمر کی نیت سے، دوسری دو رکعت دفعِ بلا کی نیت سے،اخیر کی دو رکعت کسی کا محتاج نہ ہونے کی نیت سے،اور ہر دو رکعت کے بعد سورۂ یاسین بھی پڑھی جاتی ہے،شریعتِ مطہرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں،البتہ اس رات میں جتنی چاہیں نفل نمازیں پڑھ سکتے ہیں،درازیِ عمر،وسعتِ رزق،اور آفات وبلیات سے حفاظت کی دعا وغیرہ کر سکتے ہیں،جیسا کہ عام دنوں میں کر سکتے ہیں۔9:-مردوں کی روح:بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شبِ براءت وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لیے کچھ پکایا ہے کہ نہیں؟اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ)

نئے سال کی دہلیز اور مدارسِ دینیہ کے مسافر

ابو محمد

وقت کی بساط پر گردشِ لیل ونہار محض ہندسوں کی تبدیلی کا نام نہیں، بلکہ یہ انسان کو اس کی بے ثباتی اور مقصدِ حیات کی یاددہانی کا ایک خاموش پیغام ہے۔ سالِ نو کا سورج جہاں دنیا بھر میں نئی امنگوں کے ساتھ طلوع ہو رہا ہے، وہاں مدارسِ دینیہ کے آنگن میں یہ موسم ایک خاص کیفیت کا حامل ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب تعلیمی سال اپنے اختتام کی جانب گامزن ہے اور دینی علوم کے پیاسے اپنے تعلیمی سفر کے ایک اہم سنگِ میل کو عبور کرنے والے ہیں۔

مدارس کے طلبہ کے لیے یہ ایام محض امتحانات کی تیاری کے نہیں، بلکہ احتسابِ نفس اور شکر گزاری کے ہیں۔ ایک طالبِ علم کے لیے سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ اس نے اپنی زندگی کا ایک اور قیمتی سال قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی نورانی صداؤں میں گزارا۔ جہاں دنیا نئے سال کا استقبال ہنگاموں اور لایعنی تقریبات سے کرتی ہے، وہاں "پیامِ حیاء" کے ان معماروں کو اپنی پیشانی سجدے میں رکھ کر اس بات پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ انہیں علمِ نبوت کی وراثت کے لیے چنا گیا۔

سال کا اختتام ایک طالبِ علم سے چند سوالات کرتا ہے: کیا میں نے اس سال اپنے علم کے مطابق اپنے عمل کو سنوارا؟ کیا میری گفتگو، میرا لباس اور میرا کردار معاشرے کے لیے "حیاء" اور "پاکیزگی" کا استعارہ بنا؟ یاد رکھیے! مدرسے کی دیواروں کے اندر سیکھا گیا علم تبھی معتبر ہے جب وہ باہر کی دنیا میں عمل بن کر چمکے۔

تعلیمی سال کے اس آخری مرحلے میں جہاں اسباق کی تکرار اور کتب کی تکمیل کا جوش ہے، وہیں یہ وقت اپنی ترجیحات کے تعین کا بھی ہے۔ مدارس کے طلبہ محض ڈگری لینے والے طالب علم نہیں، بلکہ وہ امت کے نبض شناس اور اخلاقِ حسنہ کے محافظ ہیں۔ سالِ نو کی آمد پر ہمیں عہد کرنا ہوگا کہ ہم سوشل میڈیا کے طوفانِ بدتمیزی اور جدید دور کے فکری فتنوں کے سامنے حیاء کی ڈھال بنیں گے۔

پیامِ حیاء میگزین کے قارئین اور مدارس کے عزیز طلبہ! وقت کی قدر کیجیے کہ گزرا ہوا لمحہ کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔ سال کے یہ آخری دن آپ کی محنت اور لگن کے امتحان کے ہیں۔ اپنی علمی پیاس کو مزید بڑھائیں اور نئے سال کے استقبال کے لیے اس عزم کے ساتھ تیار ہوں کہ آنے والا ہر دن آپ کے علم، تقویٰ اور خدمتِ دین میں اضافے کا سبب بنے گا۔

آئیے! اس سالِ نو پر ہم اپنی صفوں میں اتحاد، اپنے سینوں میں اخلاص اور اپنے کردار میں حیاء کا وہ نور پیدا کریں جس کی تڑپ عصرِ حاضر کو ہے۔

مختار الامہ کا سفر آخرت

(کارزار/انور غازی)

علم، تقویٰ اور دعوت و اصلاح کا عظیم مینار مختار الامہ حضرت مفتی مختار الدین شاہ صاحب انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے عظیم محسن و مربی حضرت اقدس مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے صدمے نے گویا کمر توڑ دی ہے۔ ان کی بے پناہ شفقتیں، بے حساب محبتیں، ہر نوع کی عنایتیں اور ہمارے لیے ایسی ایسی فکر مندیاں جن کا بیان اور اس دور میں مثال ملنا شاید دونوں ممکن نہیں۔ دعا یا مشورہ کے لیے اپنے مسائل بتاتے ہوئے ہمیشہ یہ خوف دامن گیر رہتا تھا کہ ہم تو شاید سہار لیں مگر یہ نہیں سہار سکیں گے۔ لکھنے کی ہمت اور بولنے کا یارا نہیں بس دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے کچھ یادیں اور باتیں یہاں لکھی جاری ہیں۔ بلاشبہ ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ کے لیے جتنا ایصال ثواب ممکن ہو کرتے رہیے۔ یادش بخیر عصرِ حاضر کی اس راہنما و مؤثر ترین شخصیت کی پیدائش 2 جنوری 1952 کو ضلع ہنگو کے علاقے کربوغہ شریف میں ہوئی۔ دینی رجحانات کے حوالے سے آپ کا خاندان پہلے سے ہی علاقہ بھر میں انتہائی اہمیت کا حامل تھا، حضرت عمر شاہ صاحب المعروف صاحب مبارک جیسی معروف اور بزرگ ہستی کا تعلق بھی حضرت پیر صاحب کے خاندان سے ہی تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی صوفیاء اور بزرگ حضرات آپ کے خاندان میں گزرے ہیں۔

پیر مختار الدین شاہ صاحب نے ابتدائی تعلیم ساتویں کلاس تک اپنے ہی علاقے سے حاصل کی، بعد ازاں گھر کے حالات اچھے نہ ہونے کے سبب 1965 میں قطر کا سفر کیا۔ خود پیر صاحب کے بقول اس وقت میرے کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے تھے اور والد صاحب نے 400 روپے دیکر مجھے رخصت کیا، یہ حالت والدہ محترمہ سے دیکھی نہ جاتی تھی اور وہ میری حالت پر روتی رہیں، کراچی تک سفر کے بعد مختلف کشتیوں، لانچوں اور پیدل اسفار کے بعد بے انتہا مشقتیں برداشت کرتے ہوئے قطر پہنچے، وہاں مختلف مشقت بھرے کام کیے، محنت مزدوری کی اور کھدائی کرنے والے ایک عام مزدور سے لیکر فورمین کے درجے تک ترقی کی۔ بچپن ہی سے آپ کی طبیعت حساس تھی اور شرک و ظلم سے شدید نفرت تھی۔ آپ کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ کسی ایسی شخصیت کی صحبت ملے جو اللہ کی محبت میں یکسو کر دے۔ اسی تلاش کے دوران آپ نے 1969ء کے قریب قطر سے حج کا سفر کیا اور مدینہ منورہ میں آپ کی

پہلی ملاقات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ تبلیغی نصاب پڑھتے پڑھتے حضرت شیخ سے پہلے ہی غائبانہ محبت ہو چکی تھی۔ پہلی ملاقات میں حضرت شیخ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کو حلوہ کھلایا اور دعا کی نوید دی۔

1970ء میں حج کے موقع پر آپ دوبارہ حجاز پہنچے۔ اس سفر میں اللہ پر توکل کا عجیب واقعہ پیش آیا جب آپ کا اقامہ ختم ہو چکا تھا، لیکن اللہ نے غیب سے ایک عرب آفیسر کے ذریعے ایک ہی دن میں وہ تمام مراحل طے کرا دیے جس کے لیے مہینوں کا انتظار درکار ہوتا تھا۔ مدینہ منورہ میں ریاض الجنہ کے اندر آپ کو بچپن کا وہ خواب یاد آیا جس میں پکارا گیا تھا: "زکریا اور مختار الدین دونوں اوپر آجائیں"۔ اسی اشارے پر آپ نے 14 دسمبر 1970ء کو حضرت شیخ الحدیثؒ کے ہاتھ پر توبہ اور بیعت کی۔ بیعت کے بعد آپ کے اندر رسمی علومِ دینیہ کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے ابتدائی کتب اپنے استاد (اور خسر) حضرت مولانا عبد الجلیل صاحبؒ سے پڑھیں۔ بعد ازاں قطر کی ملازمت چھوڑ کر پاکستان کے مدارس میں تعلیم مکمل کی اور دار العلوم کراچی میں حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے زیرِ سایہ تخصص فی الفقہ کیا۔

1975ء کے قریب جب آپ ابھی طالب علم ہی تھے، حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ کی روحانی تڑپ اور پابندیِ معمولات کو دیکھتے ہوئے آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا۔ اس وقت آپ پر اتنا رعب تھا کہ آپ رو پڑے اور کہا: "میں اس کام کا اہل نہیں ہوں"۔ جس پر حضرت شیخ نے مسکرا کر فرمایا: "اس لیے تو یہ ہوا"۔ ایک طویل عرصہ تک آپ نے اس اجازت کو خود تک محدود رکھا اور یہ راز کسی کو نہیں بتلایا، حتیٰ کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی صاحب کا انتقال ہوا تو ان کے خلفاء کو خیال آیا کہ مدینہ منورہ میں حضرت کاندھلوی صاحب نے کربوغہ کے ایک جوان کو اجازت عطا فرمائی تھی، لہذا پیر عزیز الرحمان ہزاروی صاحب نے صوفی اقبال صاحب کی خواہش پر آپ تک رسائی حاصل کی، آپ کو قائل کیا کہ آپ لوگوں کی اصلاح کریں اور یوں ایک خیر کے کام کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت مفتی صاحب نے امت کی اصلاح کے لیے "تحریکِ ایمان و تقویٰ" کی بنیاد رکھی۔ اس تحریک کا مقصد انسانی اقدار سکھانا اور لوگوں کو ملتِ بیضا پر چلانا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک ملک بھر میں پھیلتی چلی گئی، لاکھوں لوگوں نے یہاں سے ہدایت پائی، آج خانقاہ دار الایمان کربوغہ شریف رشد و ہدایت کا ایک مرکز بن چکی ہے، جہاں سال بھر ہزاروں تشنگانِ ہدایت کی آمد و رفت رہتی ہے، بھرپور راہنمائی ہوتی ہے اور دلوں میں ہدایت کے چراغ روشن کیے جاتے ہیں۔

آپ نے بہت ساری کتب بھی تصنیف کیں جن میں ایمانی صفات، عقیدہ اور عقیدت، دہریت سے اسلام تک اور بالخصوص البرہان فی تفسیر القرآن قابل ذکر ہیں۔ آپ کی لکھی ہوئی کتابیں آج بھی لاکھوں لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ آپ اپنے علاقے میں قضا و تصفیہ کے حوالے سے خاصی شہرت رکھتے تھے۔

اور قضا کے معاملات میں آپ کو بہترین ملکہ حاصل تھا۔ آپ اتحاد امت کے بہت بڑے داعی تھے، جس کے لیے بے شمار کوششیں بھی کیں اور آخری وقت تلک اس عظیم فکر کے لیے کوشاں رہے۔

آج حضرت مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب ہم میں نہیں رہے، لیکن ان کی تحریک، ان کی تصانیف اور ان کے تربیت یافتہ ہزاروں شاگردان کا صدقہ جاریہ ہیں۔ ایک سایہ شفقت اٹھ گیا، ایک چراغ ہدایت بجھ گیا۔ حضرت مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب بھی اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں۔ آج امتِ مسلمہ یتیم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی کامل مغفرت فرمائے۔ لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آپ بھی دعاء کے لئے ہاتھ اٹھالیجئے گا۔ دنیا سے جانے والے کے لئے بہترین توشہ یہی ہوتا ہے کہ قرآن پڑھ پڑھ کر بخشا جائے!

غزہ اور خاموش صدائیں

ام رومان بنت عبدالماجد

دنیا کے شور میں کبھی کبھی کچھ صدائیں ایسی ہوتی ہیں جو سنائی نہیں دیتی، لیکن دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی ہیں، یہ صدائیں چیخ نہیں ہوتیں، احتجاج نہیں ہوتیں، مگر ان کا اثر کسی گرج دار للکار سے کم بھی نہیں ہوتا، غزہ کی ماؤں، بیٹیوں، اور بچوں کی یہی وہ خاموش صدائیں ہیں جو آسمان تک پہنچتی ہیں، اور زمین کے ضمیر کو جھنجھوڑتی ہیں۔

غزہ، وہ خطہ جہاں مٹی بھی خون سے تر ہے، جہاں ہوا میں اذانوں کے ساتھ آہیں بھی گھلتی ہیں، وہاں کے بچے جب ملبے کے درمیان کھیلتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں کھلونے نہیں، پتھر ہوتے ہیں، ان کے چہروں پر مسکراہٹ نہیں، مگر ایک عزم ضرور ہوتا ہے، کہ ظلم کے سامنے جھکنا نہیں۔

دنیا کی طاقتور حکومتیں اپنی آنکھوں پر مفاد کے پردے ڈالے بیٹھی ہیں، میڈیا خاموش ہے، تنظیمیں بے

حس، اور انسانیت بے ضمیر، مگر غزہ کے معصوم دلوں سے اٹھنے والی خاموش صدائیں ان سب دیواروں کو چیر رہی ہیں، وہ صدائیں جن میں سسکیاں بھی ہیں اور ایمان کی روشنی بھی۔

ہر وہ بچہ جو ملبے سے اپنی گڑیا نکالتا ہے، ہر وہ ماں جو اپنے لختِ جگر کو کفن میں لپیٹ کر صبر کہتی ہے، دراصل وہ خاموشی سے پوری انسانیت کو آئینہ دکھا رہی ہوتی ہے، ان کی خاموشی احتجاج سے زیادہ گونج رکھتی ہے۔

غزہ کی سرزمین پر بہنے والا خون فقط سرخ نہیں، وہ شہادت کا رنگ ہے، ان کے زخم گواہی دیتے ہیں کہ ایمان ابھی زندہ ہے، ان کی لاشیں دنیا کے مردہ ضمیر پر سوالیہ نشان ہیں۔

یہ صدائیں ہمیں جھنجھوڑتی ہیں، کیا ہم نے اپنے دلوں کو بند کر دیا ہے؟ کیا ہم نے اپنے احساسات کو دفن کر دیا ہے؟ کیا ہم واقعی زندہ ہیں جب غزہ جل رہا ہے؟ خاموش صدائیں صرف غزہ کے نہیں، بلکہ ہر مظلوم کے دل سے اٹھتی ہیں، فلسطین سے چناروں کی وادیوں تک، مگر غزہ کی صدا سب سے بلند ہے، کیوں کہ اس میں صبر کا لہو ملا ہوا ہے۔

آج غزہ کی عورتیں ہمیں سبق دیتی ہیں کہ غیرت ایمان کیا ہوتی ہے، وہ اپنے بچوں کو شہادت کا درس دیتی ہیں، اپنے آنسو چھپا کر مسکراہٹ دیتی ہیں، ان کی آنکھوں میں روشنی ہے، وہ روشنی جو دنیا کی ساری بندوقیں بجھا نہیں سکتی۔

غزہ کے بچے جب کہتے ہیں "ہم نہیں ڈرتے" تو ان کے لہجے میں ایک امت کا وقار جھلکتا ہے۔ یہی وہ خاموش صدائیں ہیں جو وقت کے فرعونوں کے تخت ہلا دیتی ہیں۔

اے امتِ مسلمہ! یہ صدائیں تمہیں بلا رہی ہیں، یہ تمہارے ایمان، تمہاری غیرت، اور تمہارے اتحاد کو پکار رہی ہیں، تم کب جاگو گے؟ کب اپنی زبان سے دعا اور عمل سے وفا کا ثبوت دو گے؟ خاموش صدائیں صرف سننے کے لیے نہیں ہوتی، محسوس کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ جب کوئی قوم ان صداؤں کو محسوس کرنا چھوڑ دے، تو اس کا وجود بے معنی ہو جاتا ہے۔ غزہ کی گلیوں میں آج بھی اذانیں گونجتی ہیں، قرآن کی تلاوت ہوتی ہے، شہیدوں کے لہو سے ایمان کی خوشبو آتی ہے، وہاں کی راتیں اندھیری ضرور ہیں، مگر امید کی چاندنی اب بھی باقی ہے۔

یہ تحریر، یہ احساس، اور یہ درد سب اسی ایک حقیقت کی ترجمانی ہے۔ خاموش صدائیں کبھی خاموش نہیں رہتی، وہ کسی نہ کسی دل کو ہلا دیتی ہیں، کسی نہ کسی روح کو جگا دیتی ہیں۔ غزہ کی خاموش صدائیں ہمیں یہ سبق دیتی ہیں کہ ایمان کبھی مٹ نہیں سکتا، اور ظلم کا انجام ہمیشہ رسوائی ہے۔ وقت گزر جائے گا، تاریخ بدل جائے گی، مگر یہ صدائیں ہمیشہ زندہ رہیں گی، فضا میں، دعا میں، اور ہر اس دل میں جو انسانیت کے نام پر دھڑکتا ہے۔

عسقلان ارض مقدس کا وہ تاریخی شہر ہے، جس کا نام جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک

سے ادا ہوا ہے اور پھر اس شہر نے ابن حجر عسقلانیؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیت کو جنم دے کر شہرت دوام حاصل کی ہے، مگر دجال نے عسقلان پر قبضہ کر کے اس کا نام بدل کر اشکلون رکھ دیا۔ یہیں الکحلوت نامی خاندان زمانہ قدیم سے مقیم تھا۔ اپنے جدی پشتی گھر میں۔ مگر 48 میں نکبہ کے دوران الکحلوت کو یہاں سے ہجرت کرنا پڑی۔ اپنے گھر، کھیت اور یادیں چھوڑ کر یہ لوگ غزہ کے جبالیا مہاجر کیمپ میں بس گئے۔ ان میں سمیر الکحلوت بھی تھے۔ جہاں فلسطینی مہاجرین کی زندگی خیموں، تنگ گلیوں اور مسلسل مشکلات سے بھری تھی۔ یہیں 11 فروری 1984ء کو سمیر الکحلوت کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا، جس کا نام حذیفہ الکحلوت رکھا گیا۔ اپنی چھوٹی سی عمر میں ہی اس نے وہ بوجھ اٹھالیا تھا، جو بعد میں اس کی شخصیت اور مزاحمتی زندگی کی بنیاد بن گیا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ بچہ مستقبل میں ایک عظیم شخصیت بن کر ابھرے گا، جب یہ بولے گا تو دنیا ہمہ تن گوش ہو کر سنا کرے گی۔ یہی وہ بچہ ہے، جسے ہم سب ابو عبیدہ کے نام سے جانتے ہیں۔

بچپن اور جبالیا میں پرورش

حذیفہ سمیر الکحلوت کا بچپن جبالیا کی مہاجر خیمہ بستی میں گزرا۔ یہاں کی تنگ گلیاں، محدود وسائل اور روزمرہ کے چیلنجز نے اس کی روح کو مضبوط بنایا۔ مہاجر کیمپ کی زندگی اک جہد مسلسل کا نام ہے، ہر قدم پر صبر اور امید کی روشنی جہاں ہمیشہ مدھم۔ کھلی زمینوں کی جگہ خیموں کی قطاریں، کھیلنے کی جگہ خوف، گلیوں میں بجلی کم اور حوصلے زیادہ۔ یہی وہ خاک تھی، جس نے نوجوان حذیفہ کی سوچ کو جلا بخشی اور اسے مستقبل کے لیے مضبوط بنایا۔ خاندانی تربیت میں قرآن وسنت کی اہمیت نے اسے ابتدائی عمر سے ہی ایک مضبوط دینی بنیاد دی۔ اپنے آس پاس کے بزرگوں سے امن، خدمت اور قربانی کے اسباق سیکھے۔ اس کے والد، سمیر الکحلوت خود ایک شریف اور دیندار شخصیت تھے، انہوں نے اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم اور اخلاقیات کا سبق دیا۔ حذیفہ نے چھوٹی عمر میں قرآن حفظ کرنا شروع کیا اور اس کی فطری ذہانت اور یادداشت نے اسے جلد ہی نمایاں کر دیا۔

یہاں کے ماحول نے حذیفہ کی شخصیت پر گہرا اثر ڈالا۔ جبالیا کی خیمہ بستی میں، جہاں ہر دن بقا کی جنگ تھی، حذیفہ نے جانا کہ زندگی میں ثابت قدمی، صبر اور

قربانی کی کتنی اہمیت ہے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے ارد گرد کی زمینیں کبھی آباد تھیں، کبھی اجاڑ دی گئی تھیں، لیکن لوگ اپنے ایمان اور حوصلے سے جینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ منظر اس کے دل و دماغ میں نقش ہو گئے اور مستقبل میں اس کی مزاحمتی سوچ کی بنیاد بنے۔

تعلیمی سفر

تعلیم کے لیے حذیفہ نے مقامی مدارس اور پھر جامعہ اسلامیہ غزہ میں داخلہ لیا۔ یہاں اس نے نہ صرف دینی علوم بلکہ تاریخ، عقیدہ اور فلسطینی مسئلے کی جڑوں پر بھی گہرا مطالعہ کیا۔ 2013ء میں اس نے اسلامی یونیورسٹی غزہ سے ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی اور اس کی تحقیق کا موضوع تھا: ''زمین مقدس: یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے درمیان تاریخی تعلق''۔ یہ مضمون اس کی فکر کی عکاسی کرتا ہے کہ وہ صرف جنگی یا میڈیا رہنما نہیں، بلکہ ایک سوچنے والا اسکالر بھی تھا، جو اپنی قوم کی تاریخ اور مذہبی حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرتا تھا۔ بعد میں پی ایچ ڈی کے لیے بھی داخلہ لیا۔ لیکن مزاحمتی جدوجہد میں مشغولیت کی وجہ سے یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ مگر اس کے باوجود حذیفہ کی علمی شخصیت نے اسے دیگر نوجوانوں سے ممتاز کیا۔ اس کی تحریری اور تقریری صلاحیتیں اس وقت بھی نمایاں تھیں۔ تعلیمی اداروں میں اس کے استاد اس کے لب و لہجے، صاف گوئی اور دلائل کے ساتھ بحث کرنے کی صلاحیت کے مداح تھے۔ انہی خصوصیات نے بعد میں اس کے میڈیا اور مزاحمتی جدوجہد میں کلیدی کردار ادا کیا۔

مزاحمتی سفر کی ابتداء

حذیفہ نے اپنی نوجوانی میں ہی مزاحمت کے راستے کا انتخاب کیا۔ 2002ء میں اسے القسام میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ یہاں اس نے نہ صرف عملی مزاحمت میں حصہ لیا بلکہ جلد ہی اس کی ذہانت اور فصاحت نے اسے میڈیا اور اطلاعات کے شعبے میں ممتاز کر دیا۔ اسے "ابو عبیدہ" کے لقب سے پکارا گیا، جو جنتی صحابی فاتح القدس، سیدنا ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ کی یادگار تھا۔ یہ نام اسے نہ صرف ایک مزاحمتی رہنما کے طور پر شناخت دیتا تھا بلکہ فلسطینی عوام میں بھی اس کی قدر و منزلت بڑھاتا تھا۔ جاری ہے۔۔۔

در مدح

حضرت مولانا شیخ الاسلام دامت برکاتہم

(بائیس دسمبر دوہزار پچیس عیسوی کو کراچی سے حسن ابدال جاتے ہوئے دورانِ سفر امیر خسرو کی مشہور غزل سے متاثر ہو کر اسی بحر و قافیہ میں یہ اشعار موزوں ہوئے۔)

ز حال مسکیں مکن تغافل، چہ خستہ حالم، چہ زار و لرزاں
دوا مجھے گر نہ تو نے دی تو کہاں رہے گا سکوں کا امکاں

ہے جاں بلب یہ مریض الفت، ذرا نظر کر اے ماہ خوباں
تری نگاہوں سے جام پی لوں، تری عنایت سے بھرلوں داماں

ہو مرغ بسمل، چراغِ مفلس، یا قیس و فرہاد کی مثالیں
ہے بڑھ کے ان سے مری نزاری، کہ دور ہوں وہ بھی پابہ جولاں

زمان فرقت دراز کتنا، ملن کی گھڑیاں ہیں مختصر سی
خیال میں دیکھ دیکھ تجھ کو گزر رہی ہیں سفر کی گھڑیاں

ترے تصور سے برپا رہتا ہے بحر دل میں عجب تلاطم
مگر نہیں کوئی ایسا قاصد کہ تجھ کو دے دے ہماری چٹھیاں

امید بندھ بندھ کے ٹوٹتی ہے، یہ خوف کیسا امنڈ رہا ہے
کہ ظلمتوں کے مہیب سایوں سے لٹ نہ جائے متاعِ ایماں

یکا یک اس تیرہ شب میں کیسے ہزاروں شمعیں سی جل اٹھی ہیں
جو ایک پیکر میں دیکھا میں نے کمال علم و عمل فروزاں

تیری عنایت سپر ہے میری، تیری حمایت ہے حصن ایسا
اچٹ اچٹ کر ہیں گرتے جاتے، عدو کے پیکاں، سہام شیطاں

عدن کے موتی بکھر رہے ہیں، ستارے گھر میں اتر رہے ہیں
یہ کوچہ تیرا ہے جس میں مہکے ہیں ہر قدم پر گلاب و ریحاں

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

مرحومہ کی بے مثال داستان

امۃ اللہ

یہ پیغام دینی خدمات انجام دینے والے تمام سعادت مند خواتین وحضرات کے لیے ہے۔ میں اسی گھرانے کا فرد ہوں جو ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہوا ہے۔ مولانا اسماعیل ریحان کی اہلیہ محترمہ ایک ٹریفک حادثے میں انتقال فرما گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا اسماعیل ریحان صاحب کی تمام دینی خدمات، تصنیف وتالیف، درس وتدریس، وعظ ونصیحت کے پس منظر میں پہلے ان کی والدہ محترمہ اور پھر ان کی مرحومہ اہلیہ صاحبہ کا مسلسل کردار ہے۔

والدہ صاحبہ کے بڑھاپے سے پہلے ہی مرحومہ نے مولانا اسماعیل ریحان صاحب کی جملہ گھریلو ذمہ داریوں کو گویا اپنے سر لے کر انھیں دینی خدمات کی انجام دہی کے لیے یکسو کر دیا تھا۔

امورِ خانہ داری کے ساتھ ساتھ، اپنی شدید علیل بہن کی اٹھارہ برسوں تک نگہ داشت، ان کی بیٹیوں کی اپنی اولاد کی مانند پرورش، بوڑھے ساس، سسر کی خدمت، اس کے ساتھ گھر آنے والے جملہ مہمانوں کی خاطر تواضع، مسجد اور مدرسے میں آنے والے مہمانوں کے لیے دعوت، گھر آنے والے فقیروں کے لیے کھانے کپڑے کا نظم، گاؤں کے مستحق گھرانوں کا خیال، اپنی والدہ اور بہنوں کی خبر گیری، مسجد کی تعمیر میں شریک مزدوروں کے لیے کھانا چائے، جماعت والوں کا اکرام، خاندان، برادری اور گاؤں والوں کی غمی میں شرکت اور غم زدہ خاندانوں کی دلجوئی۔۔۔ یہ سارے کام اس خاتون نے اپنے سر اٹھا رکھے تھے۔۔ بچوں کی تربیت کی، دو بچے حافظ قرآن ہیں، ایک عالم بن رہا ہے، اسے دینی تعلیم کے لیے وقف کر دیا۔ ایک لڑکے کو انجینئر بنایا۔ اس خاتون کا یہ کردار دینی خدمات سے جڑے افراد کے لیے سبق آموز ہے۔ کسی کو ان سے شکایت نہیں تھی۔ اس گھرانے کی دینی خدمات میں اس خاتون کا کتنا بنیادی عمل دخل تھا، یہ اب معلوم ہو رہا ہے۔ اس کے چلے جانے کے بعد یوں لگتا ہے کہ گھر کی چھت گر گئی ہے۔

بہر حال جو رب کی رضا۔ یہ چند سطور اس لیے رقم کر دیں تاکہ اہل دین قدر کریں اور مرحومہ کے کردار سے سبق سیکھیں۔ ان چند سطور میں ان کے کارناموں اور پچیس برس کی خدمات کا احاطہ ممکن نہیں۔ ایک سادہ سی دیہاتی خاتون ایثار وقربانی کی ایسی تصویر تھیں جن کی مثال اس دور میں نایاب نہ سہی لیکن کم یاب ضرور ہے۔ ان کی باتوں کو قلم بند کرنے کے لیے ایک مستقل باب چاہیے۔ براہ کرم اس پیغام کو صدقہ جاریہ کی نیت سے آگے پھیلا دیجیے۔ تمام پڑھنے والوں سے مرحومہ کے لیے ایصال ثواب اور ان کی چھوٹی معصوم بیٹیوں کے لیے بالخصوص دعاؤں کی درخواست ہے۔

درس قرآن ڈاٹ کام کا ہفتہ وار پروگرام
پُوچھیئے مفتی صاحب سے
Puchiay Mufti Sahab Say
درس قرآن ڈاٹ کام
آپ اپنے سوالات فیس بک پیج کے انباکس اور لائیو پروگرام میں کمنٹس کے ذریعے پوچھ سکتے ہیں!
LIVE STREAMING
/Darsequran1
/AskMuftiSahab
ہر منگل کی رات
Every Tuesday Night
6:45PM (PKT)
7:15 PM
7:15 PM
2:45 PM
4:45 PM
9:45 AM
9:45 PM
Please Subscribe&Like Our New Channel &Pages
/DarsequranKalam
/DarsequranMedia
/DarsequranKids
www.darsequran.com

معراج النبی
معنی، حقیقت اور پیغام

عذرا خالد

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کی تاریخ کا وہ عظیم اور بے مثال واقعہ ہے جو رسولِ اکرم ﷺ کے بلند ترین مقامِ قرب، عظمتِ رسالت اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں قدرت کا مظہر ہے۔ عربی لغت میں ''معراج'' اس ذریعے کو کہتے ہیں جس کے ذریعے بلندی کی طرف چڑھا جائے، اسی لیے سیڑھی کو بھی معراج کہا جاتا ہے۔ اصطلاحِ شرع میں معراج اس معجزاتی سفر کا نام ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ، اور وہاں سے آسمانوں اور لامکاں کی وسعتوں تک لے جایا گیا۔

قرآنِ کریم میں واقعۂ معراج کا ذکر نہایت شان اور عظمت کے ساتھ آیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرم سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی، جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی، تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔''

یہ آیت اسراء یعنی زمینی سفر کا ذکر کرتی ہے، جب کہ آسمانی معراج کی تفصیل سورۂ نجم میں بیان کی گئی ہے، جہاں ''قابَ قوسین او ادنیٰ'' کے الفاظ رسول ﷺ کے بے مثال قربِ الٰہی کی گواہی دیتے ہیں۔

معراج محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایمان کو تازہ کرنے، عظمتِ مصطفی ﷺ کو پہچاننے اور بندے و رب کے تعلق کو سمجھنے کا عظیم ذریعہ ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک اس سفر کی کئی حکمتیں ہیں، اگرچہ اس کی حقیقی حقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔

معراج کی ایک بڑی حکمت حضور ﷺ کی دلجوئی تھی۔ اعلانِ نبوت کے بعد کفارِ مکہ کے مظالم، سماجی بائیکاٹ، حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابو طالبؓ کی وفات نے رسول ﷺ کو شدید غم میں مبتلا کر دیا تھا۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے قرب میں بلا کر تسلی دی، جیسا کہ فرمایا: ''اور اپنے رب کے حکم پر ثابت قدم رہو، بے شک تم ہماری نگاہوں میں ہو۔''

معراج کی دوسری عظیم حکمت امتِ محمدیہ کے لیے رحمت کا اعلان تھی۔ اسی رات نماز کا تحفہ عطا ہوا۔ ابتدا میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں، مگر رحمتِ الٰہی سے یہ پانچ رہیں اور ثواب پچاس کا مقرر ہوا۔ نماز دراصل معراجِ مومن ہے، کیونکہ یہی وہ عبادت ہے جس کے ذریعے بندہ براہِ راست اللہ سے ہمکلام ہوتا ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲۶ پر

خواتین کے مسائل

دارالافتاء الاخلاص

عمرہ سے واپسی پر دعوت کرنے اور تحفے تحائف دینے کا حکم (فتوی نمبر:34607)

سوال: مفتی صاحب! عمرہ سے واپسی پر دعوت اور تحائف کی شریعت میں کیا حقیقت ہے؟

جواب: واضح رہے کہ رسم ورواج سے بچتے ہوئے اپنی حیثیت واستطاعت کے موافق عمرہ سے واپسی پر عزیز واقارب یا ملاقات کے لیے آنے والوں کی لازم سمجھے بغیر دعوت کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اونٹ یا گائے ذبح کی۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر:3089)

لیکن اگر یہ محض رسم ورواج ہو یا نام ونمود کی غرض سے ہو یا اس کو ضروری سمجھا جاتا ہو تو اس سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ نیز رسم ورواج سے بچتے ہوئے دلی رضامندی کے ساتھ تحفے تحائف بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ (فتح الباري بشرح البخاري: باب الطعام عند القدوم، رقم الحديث: 3089، ط: المكتبة السلفية- مصر)

بون چائنہ (Bone China) برتنوں کے استعمال کا حکم (فتوی نمبر:34603)

سوال: آج کل مارکیٹ میں "بون چائنا" کے برتن مل رہے ہیں جو جانوروں کی ہڈیوں سے بنتے ہیں، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے آیا یہ برتن استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ رہنمائی فرمایئے گا۔

جواب: واضح رہے کہ انسان اور خنزیر کے علاوہ باقی جانوروں کی ہڈیاں پاک ہیں، اور ان سے فائدہ اٹھانا بھی درست ہے، لہذا انسان اور خنزیر کے علاوہ باقی جانوروں کی ہڈیوں کی راکھ (Bone Ash) سے بنائے گئے برتن استعمال کرنا جائز ہے۔ (المحیط البرہانی: 2/209)

ماہواری کا سلسلہ رکنے کے بعد اس دن کی فجر کی نماز کی قضاء کا حکم (فتوی نمبر:33584)

سوال: اگر ماہواری سات دن رہی ہو تو کیا سات دن کی فجر کی نماز کی قضا کرنی ہوگی یا فجر کی نماز ماہواری کے دنوں میں ہی شمار ہوگی؟ نیز بیماری کی وجہ سے فجر کے وقت غسل کرنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ اس سے بیماری بڑھنے کا اندیشہ تھا تو ایسی صورت میں کیا فجر کی قضا لازم ہوگی یا پھر ظہر کے وقت سے نماز شروع کی جاسکتی ہے؟ براہِ کرم اس بارے میں شرعی رہنمائی فرمائیں۔

جواب: پوچھی گئی صورت میں اگر ساتویں دن فجر کے وقت ماہواری کا سلسلہ رک گیا تھا تو اس دن کی فجر کی نماز کی قضاء کرنا لازم ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار: 1/295، ط: دار الفکر)

بابُ السلام

زینب نعیم

بابُ السّلام مسجد نبوی ﷺ کے مغربی حصے میں واقع ہے۔ یہ دروازہ ریاض الجنۃ کے بالمقابل سمت میں آتا ہے اور اسی طرف سے اہلیانِ مدینہ قدیم زمانے میں داخل ہوتے تھے۔

تاریخی اہمیت: قدیم کتبِ تاریخ میں اسے "بابُ عاتکہ" یا "بابُ النبی" بھی کہا جاتا تھا۔

اس دروازے سے داخل ہونے والے پہلے روضۂ رسول ﷺ کے قریب پہنچتے تھے، اس لیے زائرین یہاں سے داخل ہو کر نبی کریم ﷺ کو سلام عرض کرتے تھے۔ اسی لیے یہ دروازہ بابُ السّلام کے نام سے مشہور ہوا۔

یہاں سے گزر کر زائرین روضۂ اقدس ﷺ کے قریب پہنچتے ہیں، اس لیے یہ مقام محبت، خشوع اور ادب کا ایک منفرد احساس دیتا ہے۔ قدیم روایات میں لکھا ہے کہ یہ دروازہ زائرین کا محبوب ترین راستہ تھا، کیونکہ سلام کا اہتمام اسی دروازے سے کیا جاتا تھا۔

زیارت کے آداب۔۔۔ بابُ السلام سے داخل ہوتے وقت:

.دائیں پاؤں سے داخل ہونا سنت ہے۔ "بِسْمِ اللہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِ اللہ" پڑھیں۔ دل میں ادب، عاجزی اور نبی کریم ﷺ کی محبت تازہ رکھیں۔ رش کے وقت دھیمی رفتار سے، کسی کو دھکا دیے بغیر داخل ہوں۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں

میری بات

صالحہ شروانی

اوہ اسے بھی ابھی ختم ہونا تھا یہ جملا منیرہ نے انتہائی جھنجھلائے ہوئے کہا تھا اور ساتھ ہی وہ یہ بھی کہنے لگی تھی کہ یہ گیس کے سلنڈر بھی عجیب ہی ہوتے ہیں۔ کاش کے ان کے اوپر کوئی ایسا ناپنے کا آلہ لگا ہو کہ جس پر نظر پڑتے ہی معلوم ہوتا رہے کہ اب سلنڈر کے اندر کتنی گیس رہ گئی ہے تا کہ اچانک حیران رہنے سے بچا جا سکے۔ اور صبح ہی صبح یا کسی بھی بے وقت کی پریشانی بھی نا ہو۔

اس وقت دراصل ہوا کچھ یوں تھا کہ اس نے جیسے ہی دودھ ابالنے کے لئے رکھا چولھے کی آنچ مدھم ہوتی چلی گئی اور لمحوں میں چولھا بند ہو گیا۔ لہذا جھنجلانا تو تھا نا کہ اب کیا کیا جائے۔ لہذا اس نے اپنی اس جھنجلاہٹ کو کم کرنے تو ساتھ اس وقت کا کہ جب تک سلنڈر والا آئے اور دوسرا سلنڈر دے کر جائے اس نے ان منٹوں کا بہتر استعمال کرنا چاہا کہ چلو آج سلنڈر کے رکھنے والی جگہ کو بھی صاف کیا جا کیونکہ اسے ہٹاتے ہی اس کی نظر فرش پر لگی گندگی پر بھی پڑ گئی تھی تو ساتھ ہی اس چولھے کی پیچھے کی دیوار بھی اپنے میلے ہونے پر چیخ رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ سلیپ جس پر چولھا رکھا جاتا ہے اپنے اوپر لگے دھبوں کو صاف کرنے کی فریاد کر رہا تھا۔

لہذا اس نے برش اٹھایا۔ صفائی کرنے والا محلول لیا اور لگی فرش کو رگڑنے۔ نیچے بیٹھے ٹانگیں سُن ہوتی محسوس ہوئیں تو وہ کھڑے ہو کر چولھے کو جونے سے رگڑنے لگی۔ کہ چولھے صاحب نے یاد دلایا کہ پیچھے سے سلنڈر کے پہلے پائپ کو ہٹا دیا جائے ورنہ اس صفائی کی چکر میں ہم اس پائپ سے جھٹکے میں علیحدہ ہو کر آپ کو ہی ناراض نہ کر ڈالیں۔ لہذا اس نے فوراً اس پائپ کو پیچھے سے ہٹایا اور پھر دوبارہ اپنے مشن پر لگ گئی۔

اب وہ اسے جگمگا ہی رہی تھی کہ سلیپ صاحب کہنے لگے کہ ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں۔ کچھ نظر کرم ہم پر بھی۔ لہذا پرانی چھری اٹھائی اور اس پر موجود گندگی کو صاف کر ڈالا۔ اور پھر وائپر سے سارا گندا پانی اور مزید گندگی کو بھی صاف کیا۔

اور اب ان ساری گندگی کو صاف کرنے کے چکر میں اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس باورچی خانے کی صفائی میں اپنا بہتر کردار ادا کر رہی ہے تو ساتھ ہی اسے اپنا آپ تھکا ہوا بھی محسوس ہو رہا تھا کہ یک دم اس کی نظر اس اُس برش، جونے اور چھری پر پڑی کہ جس کی مدد سے صفائی کی گئی تھی۔ اور بہت سی گندگی کو جنھوں نے ہٹانے میں اپنا کردار ادا کیا تھا۔ وہ تمام چیزیں بھی گندی ہو گئی تھیں۔ کچھ

کم ہوئی تھیں تو کچھ زیادہ۔ لیکن ان گندگی کے اثرات ان پر بھی آئے تھے۔

اور اس کا ذہن اس وقت یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ معاشرے کے وہ افراد جو گندگی کو صاف کرنے کے لئے نکلتے ہیں، بڑے مشن اور اعلیٰ مقصدِ حیات لے کر وہ بھی ان گندگی کا کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی حد تک شکار ہو جاتے ہیں- چاہے اُس جوتے کی طرح جو بہت ہی گندا ہو جاتا ہے یا وہ وائپر جو ہلکا سا گندا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس جوتے، بُرش، پرانی چھری (جس سے میل کھرچا گیا) تو وائپر انھیں بھی دھونے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

تو شاید اسی لئے معاشرے سے گندگی کو صاف کرنے والے افراد پر اس کی لگنے والی گندگی کو صاف کرنے کے لئے کبھی کوئی آزمائشیں بھی آیا کرتی ہیں تو کبھی انھیں صاف ستھرا کرنے کے لئے انھیں رگڑا بھی جاتا ہے۔ کہ "ہاں ان کی بھی صفائی کی ضرورت ہوتی ہے"۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲۲ کا

سفرِ معراج کی تفصیل احادیثِ مبارکہ میں یوں ملتی ہے کہ حضور ﷺ کا سینہ مبارک شق کیا گیا، زمزم سے دھویا گیا، ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا، پھر براق پر سوار کر کے بیت المقدس لے جایا گیا، جہاں تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔ اس کے بعد آسمانوں کی سیر کرائی گئی، جہاں مختلف آسمانوں پر حضرت آدمؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ تک رسائی ہوئی، جہاں جبریلؑ بھی رک گئے۔

معراج کے دوران جنت و دوزخ کے مناظر دکھائے گئے تاکہ امت کے لیے نصیحت ہو۔ یہ سفر اس حقیقت کا اعلان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے محبوب ترین بندے ہیں، اور اللہ زمان و مکان سے ماورا ہے۔

جمہور محدثین و مفسرین کے نزدیک معراج جسمانی اور روحانی دونوں طرح سے ہوئی، کیونکہ قرآن کا لفظ "عبد" جسم و روح دونوں پر دلالت کرتا ہے۔ یہ رات اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے، جہاں چاہے، جس طرح چاہے لے جا سکتا ہے۔ معراج ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ نماز کو اپنی زندگی کا مرکز بنائیں، کیونکہ یہی وہ تحفہ ہے جو آسمان سے اترا اور قیامت تک ہدایت کا چراغ ہے۔

سیل فون ایک طرف رکھیں، اٹھیں اور اپنی امی جی کے پاس جا کر ان کے منہ کو پیار بھرے انداز سے دونوں ہاتھوں سے تھامیں اور دونوں گالوں پر باری باری ڈھیر سارے پیار دے ڈالیں۔ ابو جی کو پکڑ کر گلے لگائیں اور ہلکا سا دبائیں اور پھر ان کے ہاتھ چوم لیں۔ بیوی پاس

دادا دادی اور نانا نانی کے پاس جائیں، ان کی ٹانگیں دبائیں، اپنا سر ان کی گود میں رکھیں، ان کے ساتھ بیتے بچپن کے حسین پل یاد کریں اور ان سے خوب گپ شپ کریں۔ اسی طرح اپنے باقی قریبی رشتوں جیسا کہ چچا چچی، ماموں ممانی، پھوپھی، خالہ اور دوست احباب وغیرہ کے ہاں جائیں، ساتھ کچھ پھل وغیرہ لے جائیں، ان کے پاس بیٹھیں اور زندگی کے وہ حسین پل یاد کریں جو اب کبھی لوٹ کر نہیں آنے ہیں۔ ان تمام قریبی رشتوں کو بھی جو کہ آج آپ کے قریب نہیں ہیں کال ملائیں اور بولیں کہ آج صرف

طاہر محمود

رشتوں کی قدر

اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے

نہیں ہے تو کال ملائیں اور بتائیں کہ آج بنا کسی کام کے کال کی ہے بس اتنا کہنا تھا کہ آپ کی بہت یاد آرہی ہے اور یہ کہ "مجھے آپ سے پیار ہے" اپنے بھائی کو پکڑ کر خوب زور سے گلے لگائیے، سب گلے شکوے دور کیجیے، پرانی یادیں تازہ کیجیے اور پہلے سے بڑھ کر نئے پیار بھرے تعلق کا آغاز کیجیے۔ بہنوں کے لیے پھل وغیرہ لیجیے، ان کے گھر جائیے اور ان کو بتائیے کہ آپ کی اور اپنے بھانجے بھانجیوں کی یاد ستا رہی تھی اس لیے چلا آیا۔ بیڈ سے چھلانگ لگائیں اور اپنے بچوں کے پاس جائیں، انہیں پیار کریں، کندھوں پر بٹھا کر گلی کا چکر لگوائیں، گھوڑا بن کر انہیں گھر میں سیر کروائیں، ان کے ساتھ کھیلیں، قہقہے لگائیں اور خوب خوب انجوائے کریں اور کروائیں۔

اس لیے کال کی ہے کہ آپ یاد آرہے تھے اور آپ کو بتانا تھا کہ آپ سے بہت پیار کرتا ہوں، آپ کو بہت یاد کرتا ہوں۔ جن رشتہ داروں سے خفگی ناراضگی ہے تو تمام شرم جھجک کو ایک طرف رکھتے ہوئے ان کے گھر جا پہنچیں، ان کے اور اپنے تمام گلے شکوے دور کیجیے، اپنی غلطی نہ ہونے کے باوجود بھی جھک جائیے اور ایک نئی شروعات کیجیے۔

اپنے پرانے اساتذہ کرام سے ملاقاتیں اور رابطہ کیجیے، کلاس روم کے دلچسپ واقعات شئیر کیجیے اور انہیں ان کی اہمیت کا احساس دلائیے۔ حتیٰ کہ اپنے پڑوسی، دودھ والے، ڈرائیور، ملازم، ملازمہ، گاڑی مکینک، موچی اور ڈاکٹر وغیرہ کو بھی مت بخشیں، ان کو ملیں اور ان کی وجہ

سے آپ کی زندگی میں آسانیوں اور محبتوں کے جو رنگ بکھر رہے ہیں اس پر ان کا شکریہ ادا کیجیے، انہیں ان کی اس اہمیت کا احساس دلائیے جو انہیں آپ کی زندگی میں حاصل ہے۔ فیس بک احباب کو بتائیے کہ وہ بھی آپ کی زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں، انہیں ان فرینڈ اور بلاک کرنے کی دھمکیاں دینے کی بجائے انہیں ان کی اہمیت کا احساس دلائیے اور ان کا شکریہ ادا کیجیے. اسی طرح جو رشتہ دار اور دوست احباب دنیا سے جا چکے ہیں ان کی قبر پر تشریف لے جائیے، ان کے ساتھ بیتے پل یاد کیجیے اور نم آنکھوں کے ساتھ اللہ کے حضور ان کی مغفرت کی دعا کیجیے۔ جن کی قبر پر جانا ممکن نہیں تو ان کو گھر بیٹھے ہی یاد کر کے ان کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعائے مغفرت کر دیجیے۔

آخری مگر سب سے اہم بات یہ کہ یہ سب کرنے میں مزید دیر ہر گز مت کیجیے۔ کیا معلوم کہ کون..... کب، کہاں، کیوں اور کیسے... کبھی نہ لوٹ کر آنے کے لیے..... ہمارا ساتھ چھوڑ جائے جیسے کہ میری امی جی پچھلے برس ہمارے ساتھ تھیں اور آج نہیں ہیں۔

یاد رکھیں! ساتھ گزرا ہوا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا۔ بس حسین یادیں، اپنوں کی خوشبوئیں اور آنسو بھری مسکراہٹیں باقی رہ جائیں گی۔ لہذا اللہ کے عطا کردہ ان رشتوں کی قدر کیجیے۔ موبائل فونز، ٹی وی سیریلز اور کھیل تماشے وغیرہ تو چلتے ہی رہیں گے مگر یہ حسین رشتے ایک بار رخصت ہو گئے تو پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ یہ اللہ کی طرف سے انمول تحفے ہیں، جب یہ چھن جائیں گے تو چین سکون بھی چھین کر لے جائیں گے، ان اپنوں کی قدر ان سے پوچھیے جنہیں ان سے ملنے کے لیے قبرستان جانا پڑتا ہے، لہٰذا ان رشتوں کو ان کی زندگی میں ہی بھرپور اپنائیت، توجہ، احساس، وقت اور لاڈ پیار دیجیے۔ ورنہ بعد میں نہ ختم ہونے والا افسوس، حسرتیں اور پچھتاوے کے سوا کچھ باقی نہیں بچے گا۔

بیوٹی ٹپس

ام حسن

پُرکشش نظر آنے کی بہترین بیوٹی ٹپس

اپنی جلد کی ٹائپ معلوم ہونا ہر خاتون کے لیے بہت ضروری ہوتا ہے خاص طور پر کوئی فیس ماسک یا دیگر بیوٹی ٹریٹمنٹ کرنے سے پہلے، تاہم یہ چند ماسک آپ کی جلد کو مثالی جگمگاہٹ دینے کے لیے کافی ہیں۔

انڈے کی سفیدی و شہد کا فیس ماسک:

یہ جادوئی اثر کرتا ہے، بس آپ کو ایک انڈے کی سفیدی اور ایک چائے کا چمچ شہد کسی کپ میں مکس کرنا ہے اور پھر اسے آہستگی سے اپنے چہرے سے گردن تک مساج کی طرح لگانا ہے، جس کو دھونے کے بعد آپ جگمگاتی روشن جلد کو دیکھیں گے۔

دودھ و شہد کا ماسک:

یہ فوری جگمگاہٹ کے حصول کا ایک بہترین طریقہ ہے، آدھے کپ تازہ دودھ میں ایک چمچ شہد کو ملائیں اور اس بیوٹی ماسک کو اپنے چہرے پر لگائیں، اس کے نتائج آپ کو حیرت میں مبتلا کر دیں گے۔

ایلوویرا ماسک:

ایلوویرا کے متعدد فوائد ہیں خاص طور پر جب اسے جلد پر استعمال کیا جائے تو مثالی جگمگاہٹ کے ساتھ ساتھ اس کے خلیات کو ہونے والے نقصانات کی بھی تلافی کر دیتا ہے۔

تیل والی غذاؤں کو انکار

تیل سے لتھڑے کھانے یا جنک فوڈ وغیرہ کا بہت زیادہ استعمال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ کیل مہاسوں کے ساتھ ساتھ جلد کے لیے دیگر مسائل کا سبب بھی بن سکتے ہیں، اس کے علاوہ بہت زیادہ کھانے سے بھی گریز کرنا چاہیئے کیونکہ یہ نا صرف جلد پر اثر انداز ہوتا ہے بلکہ معدے میں گیس کا سبب بھی بنتا ہے۔

مناسب نیند

سات سے آٹھ گھنٹے کی نیند سے آپ کی جلد کو راحت کا احساس ہوتا ہے اور وہ کیل مہاسوں سے بچتی ہے، اس کے علاوہ ناکافی نیند آنکھوں کے گرد گہرے حلقوں کا سبب بنتی ہے جو شخصیت کی خوبصورتی کے لیے تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔

ہیوی میک اپ سے دوری

اور آخر میں بات ہو جائے میک اپ کی جو اگر بہت زیادہ کیا جائے تو وہ مساموں کو بند کر کے زیادہ کیل مہاسوں کا سبب بن جاتا ہے، بغیر میک اپ کے گھومنا بھی کوئی برا خیال نہیں بلکہ آپ کی قدرتی خوبصورتی کے اظہار کا بہترین طریقہ ہے۔

پکوان

عائشہ نعیم

چکن سوپ

اجزاء:

چکن آدھا کلو، گاجر ایک عدد ہری پیاز ایک عدد، لونگ 3 سے 4 عدد، کالی مرچ 3 سے 4 عدد، کارن فلاور دو چمچ انڈا ایک عدد۔

بنانے کا طریقہ:

چکن کو ابالتے وقت اس کے اندر ایک عدد گاجر اور ہری پیاز کے ٹکڑے کاٹ کر ڈال دیں، اور اس کے ساتھ ہی لونگیں اور کالی مرچ بھی شامل کر کے ہلکی آنچ پر آدھا گھنٹہ ابالیں، اس کے بعد اس کو چھان کر چکن کو رکھ لیں اس یخنی کو چھ ماہ فریزر میں رکھ کر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مرغی کی یخنی کو گرم کریں اور ایک کپ پانی میں مکئی کا آٹا (کارن فلور) دو کھانے کے چمچ شامل کریں اور ساتھ ہی ایک عدد پھینٹا ہوا انڈا ڈال کر اسے اچھی طرح مکس کرتے ہوئے پکائیں اور بعد میں ابلی ہوئی چکن کے چھوٹے چھوٹے سے ٹکڑے بھی شامل کر دیں۔ اب آپ کا مزیدار چکن سوپ تیار ہے۔

صحت بخش لڈو

لڈو بنانے کے لیے سب سے پہلے بادام، پستہ، کاجو اور اپنی پسند کے خشک میوہ جات لیں۔ خشک میوہ جات کی مقدار کا فیصلہ اپنی پسند کے حساب سے کریں یعنی اگر آپ کو بادام یا پستہ پسند ہے تو آپ اسے زیادہ مقدار میں لے سکتے ہیں۔

ایک برتن میں اصلی گھی کا ایک کھانے کا چمچہ گرم کر لیں اور اس میں بادام، پستہ اور کاجو ڈال دیں اور اسے دھیمی آنچ پر ہلکہ سا بھون لیں کہ اس میں سے خوشبو آنا شروع ہو جائے۔

چولہ بند کر کے خشک میوے کو ٹھنڈا کر کے اسے موٹا موٹا کاٹ لیں یا آپ اسے کوٹ بھی سکتے ہیں۔ لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ اسے بہت زیادہ باریک نہ کریں۔

اب ایک کپ کھجور لے لیں اور اس کی گٹھلیاں الگ کریں اور کھجور کو بھی چاپ کر لیں۔ اگر آپ کو انجیر پسند ہے تو کھجور کے ساتھ انجیر کو بھی چاپ کر لیں۔

اپ کٹے ہوئے خشک میوے میں کھجور شامل کر کے اسے اچھی طرح مکس کر لیں۔ مکسچر کو تھوڑا تھوڑا لے کر اس کے لڈو بنائیں اور آخر میں اس پر پسا ہوا کھوپرا چھڑک لیں۔

ان لڈو کو کسی ایئر ٹائٹ جار میں رکھ کر آپ اسے ایک ہفتے تک باآسانی استعمال کر سکتے ہیں۔